# بھارتی مسلمان: قومیت کی تشکیل نو

فیصل کٹی ☆

بھارتی اور دوسرے مسلمانوں کے لیے چھ دسمبر ۱۹۹۲ء کی اذیت ناک یادوں کو بھلانا ممکن نہیں ہیں۔ اس دن ۱۵۲۸ء کی تعمیر کردہ خستہ حال بابری مسجد کو جنونی ہندوؤں کے ایک زبردست ہجوم نے منہدم کر دیا۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند سے اب تک بھارت میں سولہ ہزار ہندو مسلم فساد ہو چکے ہیں جن میں سات ہزار مساجد شہید کی جا چکی ہیں۔ لیکن بابری مسجد کی شہادت نے بھارتی مسلمانوں کی معاشی، سماجی اور سیاسی کمزوری اور عالم اسلام کی بے حسی کو نمایاں کر دیا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں میں نفرت بڑھتی جا رہی ہے۔ بھارت میں امن کی فضا برقرار رکھنے کے لیے دونوں میں مصالحت ناگزیر ہے۔ اس سلسلے میں موجودہ مسلم قیادت، ان کے عملی اقدامات اور ان اقدامات کی کوتاہیوں پر نظر ڈالنا بہت ضروری ہے۔

## ہندوتوا کی طاقتیں

بعض مسلمانوں کا خیال ہے کہ ہندو قوم پرست جماعت بھارتیہ جنتا پارٹی کو نومبر ۱۹۹۳ء کے الیکشن میں دہلی اور راجستھان کی اسمبلی میں ایک ایک سیٹ پر کامیابی حاصل ہوئی تو اس سے صورت حال میں تبدیلی آگئی اور ہندو احیا پرستوں نے اسی سال دسمبر میں ایودھیا میں ہر سال بابری مسجد کے انہدام کا جشن منانے کا اعلان کیا۔ اس کا مقصد مسلمانوں پر نفسیاتی دباؤ ڈال کر انھیں ہراساں کرنا تھا۔ ہندو قیادت دیگر لوگوں کو بھی ہندوتوا تحریک میں شامل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ ایک عرصے سے ہندوؤں کو اس حقیقت کا احساس ہو گیا ہے کہ ۱۲۰ ملین مسلمانوں کو بھارت سے باہر نہیں دھکیلا جا سکتا اور 'مذہبی صفائی' کے نام پر ان کا صفایا بھی نہیں کیا جا سکتا۔ انہیں صرف معاشی ہتھیار ہی سے نقصان پہنچایا جا سکتا ہے۔ گذشتہ زمانے میں مسلمانوں کے خلاف فسادات میں ان پڑھ ہندو عوام اور بے خبر لیڈر شریک ہوا کرتے تھے لیکن اب ہندو احیا پرستی کی یہ تحریک اعلیٰ طبقے کے تعلیم یافتہ حلقے اور تاجر برادری میں مقبول ہو رہی

☆Faisal Kutty, "Indian Muslims : Rebuilding a Community." *Journal of Muslim Minority Affarirs*, 17:1 (1997), PP. 167-17۰ (تلخیص: ڈاکٹر صدیق شبلی)

ہے اور یہ سب مذہب کے ذریعے اپنے سیاسی اور معاشی مفادات کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ بی جے پی نے مسلمانوں کے خلاف مشرق وسطیٰ اور یورپ میں آباد ہندوؤں میں بڑی ہارت سے پراپیگنڈا کیا ہے۔ چنانچہ وہ لوگ اس پروگرام کے لیے پارٹی کو مالی امداد فراہم کر رہے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ وہ ان ممالک کے سیاسی حلقوں میں ہندو وطن پرستوں کے لیے حمایت حاصل کر رہے ہیں۔ ہندو احیا پرستوں کی حکمت عملی یہ ہے کہ وہ بھارتی مسلمانوں کو کسی نہ کسی طرح اپنے اندر ضم کر لیں۔ بی جے پی کے جنرل سیکرٹری گوند اچاریہ نے ایک دفعہ کہا تھا ''ہندو راشٹر میں ہم عبادت کی تمام صورتوں کا احترام کریں گے، لیکن ہم سب ہندو ہوں گے''۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کے کاروبار کو نشانہ بنایا اور پولیس نے الٹا بلوائیوں کی مدد کی۔ اس کی تصدیق ان ججوں نے بھی کی جو بابری مسجد کے انہدام کے بعد کے فسادات کی انکوائری کر رہے تھے۔ سب سے زیادہ نقصان سورت کے ہیروں کے تاجروں اور سلے سلائے کپڑے برآمد کرنے والوں کا ہوا۔

## مسلم قیادت کی ناکامی

بھارت میں مسلمانوں کی اس حالت زار کی ذمہ داری روایتی مسلم قیادت پر عائد ہوتی ہے جس نے مسلمانوں کو درپیش اصل مسائل پر کوئی توجہ نہیں دی۔ یہ کوتاہ اندیش اور بے لچک قیادت آپس میں منقسم تھی۔ اس کی ساری کوشش حالات کو جوں کا توں برقرار رکھنے پر صرف ہوئی۔ اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ بابری مسجد گرائے جانے سے پہلے اس مسئلے پر مسلمانوں کی دو الگ الگ کمیٹیاں کام کر رہی تھیں۔ ان کی نااہلی سے اہل فکر کا ایک اور گروہ آگے آیا جس نے اس مسئلے پر سیکولر غیر مسلموں کی حمایت حاصل کرنے پر زور دیا۔ بابری مسجد کے واقعے کے بعد بھارت میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ روایتی قیادت نے یوم جمہوریہ کی تقریبات کے بائیکاٹ کا اعلان کیا۔ احیا پرست تو بہانے کے انتظار میں تھے، ہندو پریس نے مسلمانوں کے خلاف ایک مہم کا آغاز کیا مگر بعض ہوش مند اور زیرک مسلمان لیڈروں نے اس بائیکاٹ کو مسترد کر کے مسلمانوں کے بارے میں پھیلائی جانے والی غلط فہمی دور کی۔ بھارتی مسلمانوں کی اکثریت نے بھی یہی موقف اختیار کیا۔

طلاق ثلاثہ کے مسئلے پر ہونے والی بحث سے بھارت کی مسلم قیادت کی اصل مسائل سے بے تعلقی کا پتہ چلتا ہے اس طلاق کو جامع اہل حدیث نے ناجائز قرار دے دیا تھا۔ اخبارات میں اس مسئلے کو بہت اچھالا گیا۔ اس غیر اہم مسئلے پر مسلمانوں کی توانائیاں بلاوجہ ضائع ہوئیں۔

بہت سے مسلم ممالک میں عائلی قوانین میں اصلاح کی جاچکی ہے۔ پاکستان میں بھی طلاق خود بخود موثر نہیں ہو جاتی، اس کا فیصلہ ایک کونسل کرتی ہے۔ ایک مسلم سکالر کے بقول :

> قرآن سے طلاق ثلاثہ کی کبھی تائید نہیں ہوئی۔ یہ بعد میں متعارف ہوئی اس صدی میں اگرچہ بہت سے مسلم ممالک میں اس نظام کی اصلاح کر دی گئی ہے یا اسے ترک کر دیا گیا ہے لیکن بھارت میں یہ اب تک جائز ہے۔ بھارت میں طلاق کے مسلم قوانین سب سے زیادہ قابل مذمت ہیں۔

ہندوستان کے مسلم علماء طلاق ثلاثہ کو ناجائز قرار دینے کے لیے تیار نہیں ہیں اگرچہ اس سے کئی مسلم گھرانے اجڑ گئے اور عورتیں بھیک مانگنے پر مجبور ہو گئیں۔

پورے ملک میں اسلامی عدل کا نفاذ، حال ہی میں روایتی قیادت کی توجہ کا مرکز بنا ہے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء کمیشن نے شریعت کورٹس کی تعداد میں اضافے کا مطالبہ کیا ہے حالانکہ ان کورٹس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے اور ان کے فیصلوں کو سول عدالتوں میں چیلنج کیا جاسکتا ہے۔ اس مسئلے پر بھی مسلمانوں میں ایک بحث چھڑ گئی۔ اس تجویز پر سب سے زیادہ تنقید سیکولر لوگوں نے کی۔ وہ پرسنل لاء کے دائرے سے شریعت کو بالکل خارج کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ بھارتی آئین ان حقوق کی ضمانت دیتا ہے اور بھارتی عدلیہ نے ہمیشہ ان کی پاسداری کی ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ اس تجویز کو پیش کرنے کے لیے یہ وقت مناسب نہیں تھا کیونکہ ہندو انتہا پسند تو مسلمانوں کے خلاف کسی بہانے کی تلاش میں تھے اور بعض لوگ ایسے نظام عدل کے قیام ہی کو بے جواز قرار دیتے ہیں۔

## مستقبل کے امکانات

بھارتی مسلمان موجودہ چیلنج کی سنگینی سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ انہیں مستقبل میں قدامت پسند ثقافتی روایات و تقلید کی پابند یا مذہب سے برائے نام تعلق رکھنے والی سیکولر قیادت میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہوگا۔ اگر قدامت پسند روایتی قیادت اپنی روش پر قائم رہی اور تبدیلی کے عمل کو اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ کرنے میں ناکام رہی تو تبدیلی تو پھر بھی آئے گی مگر اس کی نوعیت مختلف ہوگی۔ حسن ترابی کے خیال میں ''مسلمانوں کو اصلاحات کے نفاذ میں پہل بھی کرنی چاہیئے اور جلدی بھی، ورنہ اگر غیر اسلامی رجحانات قوت پکڑ گئے، تو ان کا راستہ روکنا مشکل ہو جائے گا''۔

عورت کی حیثیت کا مسئلہ بھی مسلمانوں میں نزاع کی ایک بڑی وجہ ہے۔ دوسری طرف

ہندو انتہا پسند اسے مسلمانوں کے حق میں حکومت کی رعایت قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ غیر مسلم عورتوں کو یہ حیثیت حاصل نہیں ہے۔ دراصل مسلمانوں کو ایک ترقی پسند قیادت کی ضرورت ہے جو مسلمانوں اور خصوصاً مسلمان عورت کی عزت بحال کرا سکے' اور ان کے محدود وسائل کو ان کے طویل المیعاد فوائد کے لیے استعمال کر سکے۔ اس قیادت کو اپنی توجہ تعلیم، معاشی ترقی اور ہندوستان کی وسیع سوسائٹی میں ان کی سیاسی شرکت پر دینی چاہیئے۔

## تعلیم

بھارت کی نئی تعلیمی پالیسی (۱۹۸۶ء) میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ مسلمان تعلیمی لحاظ سے سب سے پسماندہ اقلیت ہیں۔ اعلیٰ تعلیم کی صورت حال تو اور بھی مایوس کن ہے ان میں زیادہ تعداد دینی مدارس سے فارغ التحصیل ہونے والوں کی ہے۔ بھارتی آئین اقلیتوں کو اپنے تعلیمی ادارے چلانے اور انہیں امداد کی ضمانت فراہم کرتا ہے اس کے باوجود بھارت کے ۳۶۰۴ کالجوں میں مسلمانوں کے صرف ۵۴ کالج ہیں۔ اصل میں مسلمانوں کی زیادہ توجہ دینی تعلیم کی طرف رہی اور انہوں نے سائنس، ریاضی اور انگریزی جیسے جدید مضامین کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ لیکن عیسائیوں نے اپنے تعلیمی اداروں میں دینی اور دنیاوی تعلیم میں توازن قائم رکھا ہے۔

اگرچہ بھارتی مسلمان مشرق وسطیٰ سے ۱۹۸۰ء سے بھاری رقوم بھیج رہے ہیں لیکن یہ سرمایہ تعلیم پر خرچ نہیں ہوا۔ مسلمانوں کو دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم کے لیے بھی زبردست مہم چلانی چاہیئے اور معیار کسی حالت میں بھی نظر انداز نہیں ہونا چاہئے اور لڑکیوں کی تعلیم پر سب سے زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ایک سابق وائس چانسلر سید حامد نے بھارتی مسلمانوں کی تعلیم کے بارے میں یہ خیال ظاہر کیا ہے:

> مسلمانوں نے اعلیٰ معیار کو اپنا مطمح نظر نہیں بنایا۔ اب ایک ایسے ملک میں جہاں اتنی بے روزگاری ہو اور جہاں مقابلہ اتنا سخت ہو وہاں تعداد کو معیار پر اور تن آسانی کو محنت پر ترجیح دینا اندھی گلی میں داخل ہونے کے مترادف ہے۔

## معیشت

بھارتی مسلمانوں کی معاشی حالت بھی دلخراش ہے۔ جہاں ۴۷ فیصد ہندو باقاعدہ تنخواہ

والی اسامیوں پر کام کر رہے ہیں وہاں مسلمانوں کا تناسب صرف ۲۹ فیصد ہے۔ ۸۰-۱۹۶۵ء کے درمیان ۲۶۵ صنعتی یونٹ لگائے گئے۔ ان میں صرف دو مسلمانوں کی ملکیت تھے۔ اسی طرح ۱۹۸۱ء میں ۲۸۳۲ کارپوریٹ ہاؤسز میں بھی مسلمانوں کے صرف دو ہاؤس تھے۔ اس لیے نئے تعلیمی ایجنڈے کا مقصد بھارتی مسلمانوں کی معاشی حالت سدھارنا ہونا چاہیے۔ ان مسلمانوں کو بھارت میں کاروبار کرنے کے لیے ضروری سہولتیں حاصل نہیں ہیں۔ لائسنسوں اور قرضوں کے اجرا میں ان کے ساتھ امتیاز برتا جاتا ہے۔ قرضوں کے حصول کے لیے انہیں اپنی کمیونٹی اور اسلامی مالیاتی اداروں سے رجوع کرنا چاہیے۔ مسلمان ان اداروں کے ذریعے بھارت میں اسلامی سرمایہ کاری کو رواج دے کر دوسرے لوگوں کو بھی ساہوکاروں اور بنکوں کی بھاری شرح سود سے بچا سکتے ہیں اور اس طرح فرقہ واریت کی شدت کو بھی کم کر سکتے ہیں۔

## سیاست

مسلمانوں کو آزاد خیال سیکولر عناصر سے اتحاد قائم کرنا چاہیے۔ انہیں مصالحت، رواداری اور بقائے باہمی کی روش پر چلنا چاہیے۔ عثمان فتحی کے بقول "مسلمانوں کو ہندوؤں کے ساتھ بڑی سنجیدگی سے مکالمہ جاری رکھنا چاہیے۔ یہ مکالمہ مذہبی مناظرہ بازی کی بجائے عام اخلاق اور تعاون کے لیے ہونا چاہیے۔ اس سے انہیں اپنی داخلیت پسندی اور الگ تھلگ رہنے سے نجات ملے گی۔

## حفاظتی مشینری

مسلمانوں کو فسادات اور بابری مسجد کے حادثے کے بعد ہونے والے قتل عام میں بہت نقصان اٹھانا پڑا۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ حفاظت کرنے والے اداروں میں ان کی نمائندگی نہ ہونے کے برابر تھی۔ پولیس مکمل طور پر 'ہندوائی' گئی تھی۔ ۱۲۰۰ اعلیٰ پولیس افسروں میں صرف ۴۳ مسلمان ہیں۔ اور فوج میں بھی مسلمانوں کا تناسب بہت کم ہے۔ اور دراصل ان اداروں میں ایک پالیسی کے تحت انہیں آنے ہی نہیں دیا گیا۔ مسلمانوں کو ان اداروں میں اپنی نمائندگی بڑھانی چاہیے۔

## حکومت

بھارت کا سیکولر آئین اپنے شہریوں کو مذہب، نسل، ذات اور جنس کا لحاظ کیے بغیر ترقی

کے مساوی مواقع کی ضمانت دیتا ہے۔ لیکن بھارتی حکومت مسلمانوں کو ان کے حقوق دینے میں ناکام رہی ہے۔ اعلیٰ ملازمتوں میں مسلمانوں کے تناسب سے یہ ثابت ہو جاتا ہے۔

| | |
|---|---|
| اعلیٰ انتظامی سروس | ۲ء۳ فیصد مسلمان |
| انکم ٹیکس | ۱ء۳ فیصد " |
| ریلوے ٹریفک اور اکاؤنٹ | ۷ء۲ فیصد " |
| بنک | ۲ء۲ فیصد " |
| مرکزی حکومت | ۶ء۲ فیصد " |
| ریاستی حکومت | ۴ء۴ فیصد " |

مسلمانوں کو ان معاملات پر نظر رکھنی چاہئے اور اپنے حقوق کے لیے حکومت پر دباؤ ڈالتے رہنا چاہئے۔ یہ کام اقلیتی کمیشن کے بس کا نہیں، وہ اس سلسلے میں بے اختیار ہے۔

اقلیتوں کے تعلیمی ادارے بھی مشکلات کا شکار ہیں۔ انہیں تسلیم کرنے سے انکار کیا جاتا ہے۔ انہیں مالیاتی امداد دے کر ان کی داخلہ پالیسی میں مداخلت کی جاتی ہے۔ مسلمانوں کے اداروں میں ایک حد تک غیر مسلموں کو داخلہ دلوا کر ان اداروں کا اقلیتی تشخص مجروح کیا جاتا ہے۔ بھارت کے بینکنگ قوانین نے اسلامی مالیاتی اداروں پر بہت سی پابندیاں لگا رکھی ہیں۔ مثلاً انہیں غیر سودی کاروبار، چیکنگ سروس، ڈرافٹ اور لیٹر آف کریڈٹ جاری کرنے کی اجازت نہیں۔ انہیں کام کرنے میں مشکلات پیش آرہی ہیں۔ غیر سودی بینکاری میں سماجی بہبود کے وسیع امکانات کے پیش نظر بھارتی حکومت کو اسلامی مالیاتی اداروں کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے۔ بھارت میں انسانی حقوق کا مسئلہ بھی بہت توجہ طلب ہے۔ اگرچہ ایک انسانی حقوق کمیشن بھی ہے اور ان حقوق کی عدالت بھی کام کر رہی ہے، لیکن کمیشن کے اختیارات محدود ہیں اس سلسلے میں ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔

## بین الاقوامی مسلم اُمہ کا کردار

بین الاقوامی سطح پر اسلامی کانفرنس کی تنظیم کو بھارتی مسلمانوں کے مفادات کا خیال رکھنا چاہئے۔ یہ کام مسلم ممالک سفارتی ذرائع سے خوبی انجام دے سکتے ہیں لیکن اس میں پاکستان کو شامل نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ بھارتی مسلمانوں کا خیال ہے کہ پاکستان کی حمایت سے انہیں فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہوا ہے۔ ویسے اب بھارت اور پاکستان کو اپنے تعلقات بہتر بنانے چاہئیں۔ ان کے بہتر تعلقات کا اثر بھارتی مسلمانوں پر بھی پڑے گا۔ بھارت، پاکستان، بنگلہ

دیش اور سری لنکا کو معاشی وسیاسی فوائد کے لیے مل کر کام کرنا چاہئے ورنہ ترقی کے کھیل میں مغرب اور ایشین ٹائیگر انہیں بہت پیچھے چھوڑ جائیں گے۔ انسانی حقوق کے حوالے سے بھارتی مسلمانوں کی حالت زار کو سفارتی حلقوں میں ضرور متعارف کرانا چاہیے۔ امریکہ میں کشمیری لابی کو اس سلسلے میں بڑی کامیابی ہوئی ہے۔ امریکہ نے کئی موقعوں پر کشمیر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے بارے میں آواز اٹھائی ہے۔ ملک سے باہر رہنے والے بھارتی مسلمان اپنے ہم وطنوں کی بڑی مدد کر سکتے ہیں۔ وہ بھارت کے اندر مسلم طلبہ کو وظائف دے سکتے ہیں، مسلمان اداروں کی کئی طرح سے خدمت کر سکتے ہیں وہ مسلمانوں کے مستقبل کو محفوظ بنانے کے لیے کاروباری منصوبوں میں سرمایہ کاری کر سکتے ہیں۔

## اختتامیہ

بھارت میں مسلمانوں کے حقوق کے لیے کام کرنے والی تنظیمیں بہت ہیں لیکن مسلمان عمل سے زیادہ مخالفین کے اقدامات پر رد عمل کے عادی ہیں۔ انہیں فعال بنانے کی ضرورت ہے۔ انہیں اپنی پالیسیوں کا جائزہ لیتے رہنا چاہیے۔ انہیں طاقتور بنانے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں خود انہیں، حکومت اور مسلم امہ کو اپنی اپنی ذمہ داری پوری کرنا ہو گی۔